tsurdu.blogspot.com

# ہمارے شب و روز

مصنف: روبنسن سیموئیل گل

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com



# "ہمارے شب و روز"

پیٹرول کے حصول کے لئے گاڑیوں کی لمبی قطار دیکھ کر ایک بار تو مَیں بوکھلا گیا مگر اَب اِس کے علاوہ کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ مجھے بھی اَب اِس قطار کا حصہ بننا تھا اور یہی میرے مقدر میں تھا۔ مَیں چاہتا بھی تو آٹھ نو کلومیٹر دُور اپنے گھر تک پہنچ کر واپس پیٹرول پمپ تک نہیں آ سکتا تھا کیونکہ اَب گاڑی کے فیول گیج پر سوئی ریزرو سے بھی نیچے جا چکی تھی۔ اور خُدا نخواستہ اگر کوئی ایمرجنسی ہو جاتی تو مَیں رات گئے کہاں پیٹرول ڈھونڈتا پھرتا؟

گزشتہ رات جب مَیں بیچ سڑک کے اِس بڑے پیٹرول پمپ سے گزرا تو قطار اِس سے آدھی تھی جو آج میرا مُنہ چڑا رہی تھی۔ تاہم گزشتہ روز ایک مسئلہ درپیش تھا کہ میرے ہمراہ تمام اہلِ خانہ بھی تھے۔ چنانچہ مَیں نے مناسب نہیں جانا کہ تھکے ہارے بچوں کو اپنے ساتھ لئے پیٹرول کی قطار میں کھڑا ہو جاؤں۔ ویسے بھی کافی مقدار میں پیٹرول ٹینک میں موجود تھا جو گھر سے صدر شہر تک تین چار بار آنے جانے کے لئے وافر تھا۔

آج رات گھر کی جانب جاتے ہوئے میرے ہمراہ انکل صادق تھے۔ مَیں نے اُن سے معذرت چاہی اور کہا، "انکل جی پیٹرول ڈلوانا ضروری ہے اگر اَب نہ ڈلوایا تو مشکل ہو

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com


جائے گی۔"

ساڑھے دس سے اُوپر کا وقت ہو چکا تھا۔ اَب وہ بھی اِس ٹائم پر ٹیکسی لے کر کدھر کو جاتے۔ اُنہیں علم تھا کہ مَیں اُن کو اُن کے گھر تک چھوڑ دوں گا۔ لہٰذا وہ بخوشی بولے،

"کوئی بات نہیں،.....کوئی بات نہیں، آپ پیٹرول ڈلوالیں۔"

یہ سُنتے ہی مَیں گاڑیوں کی آدھا کلومیٹر لمبی قطار میں سب سے پیچھے بڑے اطمینان سے گاڑی لئے کھڑا ہو گیا۔ سردی خاصی تھی، انکل جی کو تو مَیں نے سیٹ پیچھے کر کے آنکھ لگا لینے کا مشورہ دیا اور اُنہوں نے اِس پر فوری عمل کیا مگر یہ آرام اگلے ایک ڈیڑھ گھنٹے کے لئے میرے مقدر میں نہ تھا۔

سردی سے بچنے کے لئے تمام کھڑکیاں بند کیں تو تھوڑی ہی دیر میں ہماری سانسوں کے باعث شیشوں پر ایسی دُھند چھائی کے باہر کے مدہم روشنیوں میں دکھائی دینے والے مناظر بھی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ مَیں نے اپنی جانب کا شیشہ تھوڑا سا نیچے کیا تو سرد ہوا بن بلائے مہمان کی طرح گاڑی میں داخل ہونے لگی۔ اِسی اثناء میں پچھلی جانب سے یکے بعد دیگرے کئی ہارن سُنائی دیئے۔ غور کیا تو میرے آگے کھڑا رکشہ مجھ سے کئی فرلانگ آگے بڑھ

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com



چکا تھا اور ایسی صورتحال میں خطرہ ہوتا ہے کہ کوئی مَن چلا اُس خالی جگہ میں اپنی گاڑی نہ "گھسیڑ" دے۔ چنانچہ مَیں نے گھبراہٹ کے عالم میں گاڑی اسٹارٹ کی اور ایک جھٹکے کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ اِس جھٹکے کے باعث خوابِ خرگوش کے مزے لوٹتے انکل صادق کی بھی آنکھ کھل گئی۔ اِس کے بعد مَیں تو سو نہ سکا کیونکہ کھڑکی سے ٹھنڈی ہوا گاڑی کے اندرون کو ٹھنڈا رکھتی تھی اور وقتاً فوقتاً گاڑیوں کی یہ قطار کسی موٹے تازے اور طویل سانپ کی طرح جو اپنا شکار ثابت حالت میں ہی ہڑپ کر لینے کے بعد اُسے ہضم کرتا ہے اور بمشکل ہلتا ہے، سُست روی کے ساتھ آگے بڑھ رہی تھی۔

اِس دوران بیگم کا بھی فون آیا، "اَب تک آئے نہیں کیا مسئلہ ہے؟"

"بس پیٹرول کی لائن میں لگا ہوں. . . ابھی باری آنے میں آدھا گھنٹہ لگ جائے گا۔"

انکل صادق کے گھر سے بھی فون آیا اور اُنہوں بھی گرم ٹوپی کانوں سے اٹھاتے ہوئے فون سُنا اور حقیقتِ حال بیان کیا۔

اُس رات مَیں تقریباً بارہ بجے گھر پہنچا۔

گزشتہ روز مَیں نے خوشی خوشی اپنی بیگم اور بچوں کے لئے ٹوسٹر (Toaster) خریدا۔ مَیں

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com



بے حد خوش تھا کہ اَب توے پر ڈبل روٹیاں سینکنے سے میری اہلیہ کی جان چُھوٹے گی۔ مَیں نے جوش و خروش کے ساتھ رات گئے اپنے بیٹے ایشے کو بریڈ کے دو پیس ٹوسٹ کر دیئے اور ساتھ ساتھ اُسے اور اہلیہ کو ہدایات بھی دیں کہ اِس مشین کو کس طرح استعمال کرنا ہے۔

افسوس کہ جب سے بچوں کے سکول کھلے ہیں۔ ٹوسٹر استعمال میں ہی نہیں لایا گیا۔ کیونکہ روزانہ صبح 6 سے 7 بجے تک باقاعدگی سے بجلی جاتی ہے اور یہی وہ وقت ہوتا ہے جب ناشتہ تیار کرنا ہوتا ہے۔ لہٰذا ''وفادار توا'' ہی باقاعدگی سے اپنی خدمات پیش کرتا ہے۔

''توا'' بھی بے چارہ کیسے خود سے اپنی خدمات سرانجام دے سکتا ہے جب تک کہ اُسے روٹیاں پکانے اور ڈبل روٹیاں سینکنے کے لئے آگ میسر نہ ہو۔ اَب شہری زندگی میں لکڑی جلانے کا تو رواج ہے نہیں۔ حکومت نے گھر گھر گیس کنکشن دے رکھے ہیں، وہ الگ بات ہے کہ ہمارے یہاں گیس تو نہیں آتی مگر بل باقاعدگی سے ہر ماہ آتا ہے۔

اِس میں نہ تو تاخیر ہوتی ہے اور نہ ہی کبھی بے قاعدگی آتی ہے۔ بجلی کا بھی یہی حساب ہے دو گھنٹہ آتی ہے، ایک گھنٹہ چلی جاتی ہے۔ کبھی ایک گھنٹہ آتی ہے اور دو گھنٹے کے لئے چلی جاتی ہے اور کبھی جاتی ہے تو آتی ہی نہیں ہے۔

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com



گزرے دنوں ہم کسی کے گھر پر مدعو تھے۔ جیسا آج کل یہ کہانی ہر گھر کی ہے۔ بال بچوں کا حال چال پوچھنے کے علاوہ یہ بھی ایک دوسرے سے پوچھا جاتا ہے۔

"۔ ۔ ۔ اور جناب کیا حال ہے؟"

"۔ ۔ ۔ اور بچوں کا کیا حال ہے؟"

"۔ ۔ ۔ کام، کاروبار ٹھیک جا رہا ہے؟"

اور پھر وہی کہانی۔ ۔ ۔

"کیا آپ کی گیس آ رہی ہے؟ ۔ ۔ ۔ بجلی کا کیا حال ہے؟ یو پی ایس ٹھیک چل رہا ہے۔ کتنے گھنٹے چل جاتا ہے؟ ۔ ۔ ۔ اور اُس پر کتنے بلب اور پنکھے بیک وقت چل جاتے ہیں۔ ۔ ۔ اور ہاں، آپ نے سُنا ہے آج کل سولر سسٹم بھی دستیاب ہے۔ مَیں بھی اُس کے متعلق معلومات لے رہا ہوں۔ سُنا ہے اِس بار گرمیوں میں لوڈ شیڈنگ بھی بہت زیادہ ہونی ہے۔"

"ہاں جی بالکل سردیوں میں یہ حال ہے تو گرمیوں میں تو اور ہی بُرا حال ہو گا۔"

"ویسے آپ گیس کے مسئلے کے حل کے لئے کیا کرتے ہیں؟"

"بس یہی ہمارے ملک کا المیہ ہے، لوگوں میں اِس قدر خود غرضی ہے کہ دوسرے کے متعلق تو

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com


سوچتے ہی نہیں. . . ویسے آج کل ایک نئی ڈیوائس آئی ہے۔ کمپریسر تو بہت خطرناک ہوتا ہے، آگ بھی لگ سکتی ہے۔ مگر چائنہ نے خصوصاً اپنے پاکستانی بھائیوں کے لئے یہ ڈیوائس متعارف کروائی ہے۔ یہ یو پی ایس پر بھی چل جاتی ہے۔ آپ چولہے کے ساتھ لگوالیں۔ آپ کا گیس کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ بھئی ہم نے تو یہی ڈیوائس لگوا رکھی ہے۔"

سو یہ تھیں چند جھلکیاں. . . ہمارے موجودہ شب و روز اور ہماری آپس کی گفتگو کے موضوعات. . . واپس اپنے شب و روز پر آتا ہوں۔

بچوں کو سکول سے لے کر گھر لوٹا تو بیگم نے اطلاع دی کہ سلنڈر کی گیس ختم ہو چکی ہے۔ آج بچوں کو نہلانا بھی ہے اور گرم پانی کرنے کے لئے سلنڈر کی ضرورت ہے۔ چنانچہ دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد میں مرکزی سڑک کے قریب واقع سلنڈروں کی دُکان پر پہنچا۔ اطلاع ملی کہ ان دنوں گیس شارٹ ہے۔ ایک دو روز تک پتہ کیجئے۔ CNG سٹیشنز تو پہلے ہی بند ہیں، پیٹرول با آسانی مل نہیں رہا تو کچھ گاڑیاں LPG گیس پر چلنے لگیں۔ اس لئے بھی اس گیس کی شارٹیج ہو گئی۔

دُکان دار نے میرا مایوس چہرہ دیکھتے ہوئے کہا، "ویسے آپ چند کلومیٹر آگے واقع گیس کی

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com


ایجنسی پر پتہ کرلیں وہاں شاید مل جائے۔"

مَیں نے پریشانی کے عالم میں گاڑی اسٹارٹ کی، یہ سوچتے ہوئے کہ اِس میں تو ڈیڑھ گھنٹہ قطار میں لگے رہنے کے بعد کوٹہ سسٹم کے تحت صرف ایک ہزار روپے کا پیٹرول ڈلوا سکا تھا اور اَب گاڑی پر اِس قسم کی آوارہ گردی کے بعد پیٹرول کے موجودہ ذخیرہ میں تو خاطر خواہ کمی واقع ہو جائے گی۔ مگر کیا ہو سکتا تھا، ہم نے تو گھر میں نہ کمپریسر لگوا رکھا ہے اور نہ ہی کوئی چائنیز ڈیوائس ابھی تک ہاتھ لگی ہے۔ یہی سلنڈر ہمارا سہارا ہیں ایک بڑا اور ایک چھوٹا. . . کھانا پکانا، ہیٹر جلانا، نہانے کے لئے پانی گرم کرنا. . . یہ تمام کی تمام سہولتیں اِن ہی سلنڈروں کے مرہونِ منت ہیں۔ یہ بات نہیں کہ ہمارا گیس کنکشن نہیں ہے.....وہ بھی ہے، میٹر بھی ہے اور میٹر بالکل صحیح چلتا ہے. . . اِسی لئے تو ہر ماہ گیس کا بل باقاعدگی سے آ رہا ہے اگرچہ گیس نہیں آتی۔ ایک ماہ گیس کا بل جمع نہ کروا سکا تو ڈس کونیکشن نوٹس آ گیا۔ دوسری بار بھی آخری تاریخ سر پر آ پہنچی۔ موبائل شاپ پر جمع کروانے کی کوشش کی تو وہ بولا،"

جناب آخری تاریخ میں ہم جمع نہیں کرتے آپ کو بینک میں ہی کروانا پڑے گا۔"

بینک پہنچا تو وہاں پر بھی پوری کی پوری پاکستانی قوم قطار میں کھڑی بل جمع کروا رہی تھی۔

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com


اکثریت کے ہاں تو گیس آتی ہی نہیں۔ کچھ کمپریسر کے ذریعے اِس سہولت سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں اور کچھ کا کہنا تھا کہ ہمارے ہاں اُس وقت گیس آتی ہے جب بجلی چلی جاتی ہے۔ پہلے پہل تو مَیں اِس گتھی کو سلجھا نہیں سکا اور اِس مخمصہ میں رہا کہ آخر گیس کے آنے کا بجلی کے جانے سے کیا تعلق ہے؟ تب قطار میں کھڑے ایک ذہین پاکستانی نے بتایا کہ

"اَے کم عقل انسان جب بعض گھروں کے چولہے کمپریسر پر چلیں گے تو دوسرے گھروں کے چولہوں سے کچھ بھی برآمد نہیں ہوگا. . . اور کیونکہ کمپریسر بجلی سے چلتے ہیں۔ اِس لئے بجلی کی لوڈشیڈنگ کا براہِ راست فائدہ اُن لوگوں کو پہنچتا ہے جن کے محلے داروں نے کمپریسر لگا رکھے ہوتے ہیں۔ وہ غریب عوام موقع سے فائدہ اٹھا کر کھانا پکا لیتے ہیں اور تھوڑی بہت حرارت سے گھر گرم کر لیتے ہیں۔"

تب مَیں نے سوچا کہ بجلی کی لوڈشیڈنگ دراصل اُن غریب عوام کی دُعاؤں کا نتیجہ ہوتی ہے جن کے گھر کمپریسر نہیں ہوتے اور بجلی کا آتے رہنا، اُن گھر والوں کی دُعاؤں کا ثمر ہے جو کمپریسر استعمال کرتے ہیں۔

بجلی سے یاد آیا کہ اپنے "شب و روز" کو بہتر بنانے کے لئے ایک دن ہم بڑے شوق سے

itsurdu.blogspot.com
tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com


الیکٹرک راڈ خرید لائے۔ ہماری تو خوشی کی انتہا نہ تھی کہ ہم صرف اڑھائی سو روپے میں اِس بڑی مصیبت پر غالب آ چکے ہیں۔ اَب سردیوں میں بھی نہانا آسان ہو جائے گا۔ بس بالٹی میں راڈ لگایا، سوئچ آن کیا اور چند منٹوں میں تیز گرم پانی دستیاب. . . ''

جس روز مَیں یہ خاص چائنیز ڈیوائس لے کر گھر پہنچا اور دونوں بچوں ایشے اور جوآنہ کو دکھایا تو وہ بڑے حیران ہوئے۔ خصوصاً ایشے بیٹے نے دلچسپ سوال کرنا شروع کئے۔

''یہ کیا ہے؟ یہ کیسے چلتا ہے؟''

''اِس سے کیا کرتے ہیں؟''

اور اُسے اِس حیرت انگیز ایجاد سے متعارف کروایا گیا تو وہ بہت ہی حیران اور خوش ہوا کہ بس بالٹی میں اِسے رکھ دینے سے پانی گرم ہو جائے گا اور مظاہرے کے طور پر مَیں نے جلدی جلدی بالٹی کو پانی سے بھرا۔ آدھی ہوئی تو بیگم بولیں، ''چیک تو کریں''

مَیں نے راڈ کو پانی میں ڈبو دیا اور بولا،

''تم ابھی دیکھنا کیسے منٹوں میں پانی کھولنا شروع ہو جائے گا. . . ہمارے بچپن میں بڑے ماموں جان انگلینڈ سے ایسا الیکٹرک راڈ لائے تھے اور وہ جادوئی انداز میں فوری پانی گرم

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com


کر دیتا تھا۔"۔

راڈ کی تار جب ساکٹ میں لگانے لگا تو راڈ بذاتِ خود پانی سے باہر نکل آیا۔ مَیں نے بڑی عقل مندی کے ساتھ بیگم اور بچوں کو مخاطب کر کے کہا، "یہ احتیاط لازمی کرنی ہے کہ راڈ کہیں پانی کے بغیر بجلی میں نہ لگ جائے کیونکہ اِس طرح یہ ایک دھماکے کے ساتھ پھٹ جائے گا۔"

یہ سُن کر ایشے اور جوآنہ کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

پانچ سالہ جوآنہ اپنی بڑی بڑی آنکھوں کو مزید پھیلاتے ہوئے اور بالٹی سے قدرے پیچھے ہوتے ہوئے بولی،

"ہیں. . .پاپا یہ پھٹ جائے گا. . .پھر کیا ہوگا؟"

مَیں نے جواب دیا، "کچھ نہیں بیٹا بس پھر راڈ خراب ہو جائے گا۔"

یہ کہہ کر مَیں ایکس ٹینشن وائر (extension wire) ڈھونڈنے چلا گیا۔

جلد ہی لا کر راڈ کو اُس میں لگایا اور پھر خُدا کا نام لے کر سوئچ آن کر دیا۔

چند ہی سیکنڈز میں راڈ کے اِرد گرد بُلبلے بننے لگے اور بچے شوق سے دیکھتے ہوئے چلا اٹھے،

"پاپا پانی گرم ہونا شروع ہو گیا۔"

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com


مَیں بھی بولا، ''بیگم دیکھا کتنی اچھی چیز ہے۔ اِتنی سردیاں ہم نے اِس سہولت کے بغیر ہی گزار دیں۔ میرے بھی ذہن میں پہلے یہ خیال نہ آیا۔ چلو دیر آئے درست آئے۔''

بچے بڑے شوق اور انہماک کے ساتھ بُلبلے بنتے دیکھ رہے تھے۔ اور بس پھر پندرہ بیس منٹ تک بُلبلے ہی بنتے رہے، پانی گرم ہونا تھا نہ ہوا۔ ہم اپنا سا مُنہ لئے رہ گئے۔ البتہ ہم دکان دار پر تھوڑے سے گرم ہوئے تھے۔

غصّے کے عالم میں اُس راڈ کو پانی سے نکالا اور ہاں احتیاط کا دامن ہم نے ہاتھ سے چھوٹنے نہیں دیا تھا، سوئچ پہلے ہی آف کر دیا تھا کہیں راڈ بے احتیاطی کے باعث ''سڑ'' نہ جائے۔ دِل میں عہد کیا کہ پہلی فرصت میں ہی یہ راڈ دُکان دار کے سر میں مار کے آؤں گا جس نے اِس کی تعریفوں کے اِتنے پُل باندھے تھے کہ مَیں اِس احساسِ کمتری میں مبتلا ہو گیا کہ پاکستانی اٹھارہ بیس کروڑ عوام میں سے مَیں ہی اکیلا رہ گیا تھا جو اِس سہولت سے فائدہ نہیں اٹھا رہا تھا۔

افسوس کہ مَیں غصّے کے عالم میں اڑھائی سو روپے والا یہ راڈ دُکان دار کے سر میں مارنے کے ارادے سے اُس کی دُکان پر پہنچا تو وہاں ایک نوجوان دُکان داری کرتا مِلا۔ چنانچہ مَیں نے

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com


اپنا ارادہ بدل لیا اور اُس کے سامنے اپنا مدعا عاجزانہ انداز میں پیش کیا۔ اُس نے بھی مؤدب انداز میں جواب دیا۔ ''جناب یہاں پر خریدی ہوئی چیز واپس نہیں ہوتی۔''

اَب تو میں بھڑک اُٹھا کہ جب آپ نے چیز ہی خراب دی ہے تو اُسے واپس کرنا میرا حق ہے۔

وہ بولا، ''کیا آپ نے چیک کر کے نہیں لی تھی؟''

مَیں نے پھر غصیلے انداز میں جواب دیا، ''وہ بھائی صاحب جو یہاں موجود تھے۔''

''جی جی وہ میرے والد ہیں اور اَب بھی موجود ہیں۔''

''ہاں تو وہ کدھر ہیں؟ اُنہوں نے یہ سوئچ میں لگا کر نہ جانے مجھے کیوں بلب آن کر کے دکھا دیا حالانکہ مَیں نے یہ روشنی کرنے کے لئے نہیں بلکہ پانی گرم کرنے کے لئے خریدا تھا۔''

اِسی اثناء میں اُس نوجوان کے والد محترم بھی دُکان کے اندرونی حصّے سے برآمد ہو گئے اور مجھے پہچان کر بولے۔

''جی جی، مَیں نے آپ کو اِس لئے کہا تھا کہ یہ چار سو روپے والا راڈ لے جائیں، اِس کی کارکردگی زیادہ بہتر ہے۔''

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com


مَیں نے جواب دیا، ''اگر اڑھائی سو والے کی کارکردگی صرف بُلبلے بنانا ہی ہے تو آپ نے کیوں بیچنے کے لئے رکھا ہوا ہے؟ مَیں اِسے واپس کرنے آیا ہوں اور کر کے رہوں گا۔ میرے پاس کوئی حرام کے پیسے تو نہیں کہ بُلبلے بنانے والی مشین پر اڑھائی سو روپیہ خرچ کر دوں۔''

دُکان دار نے خاصے تحمل اور نرم مزاجی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا، ''ویسے تو اِس کی شکایت پہلے نہیں آئی، ہم سے تو اکثر حجام یہ والا راڈ لے کر جاتے ہیں۔''

تب مَیں نے سوچا کہ حجام تو محض شیو بنانے کے لئے چھوٹے سے سگ میں یہ راڈ لگا لیتے ہیں، شاید اِس راڈ کی کارکردگی وہیں تک محدود ہوگی۔ مَیں اِس معصوم راڈ سے بالٹیوں کا پانی گرم کروانے کی مشقت لے رہا تھا۔

دُکان دار بولا، ''میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ گھر کے روزمرہ استعمال کے لئے چار سو روپے والا راڈ لے جائیں، ویسے تو ہم الیکٹرونکس کی کوئی بھی شے واپس نہیں لیتے لیکن چلیں آپ تبدیل کروا لیں۔ بس ڈیڑھ سو روپیہ مزید دے دیں. . . جو راڈ آپ چاہ رہے ہیں وہ یہی والا ہے۔ انشا اللہ یہ ویسی ہی کارکردگی دے گا جیسی آپ چاہ رہے ہیں۔''

ایک بار پھر مَیں دُکان دار کی چکنی چپڑی باتوں میں آ گیا۔ مَیں نے اپنی رضامندی اور خوشی

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com


سے ڈیڑھ سو روپے مزید دیئے اور ایک نیا راڈ لے کر خوشی خوشی گھر پہنچا، ایک بار پھر وہی تمام لوازمات جمع کئے گئے، بالٹی پانی سے آدھی بھری گئی، ایکس ٹینشن وائر وغیرہ وغیرہ۔

بڑے فخر کے ساتھ بیوی بچوں کی موجودگی میں اِس نئے راڈ کو بالٹی میں لگا دیا۔ فوراً ہی بُلبلے پیدا ہونے لگے۔ یہ دیکھ کر مَیں خوشی سے چلانے لگا، اَب صحیح چیز مِل گئی۔ جذباتی ہو کر مَیں پانی کی حرارت چیک کرنے کے لئے ہاتھ سے اُسے چھونے لگا تو بیگم چلا اٹھیں،

"ہائے کیوں کرنٹ پڑوانا ہے؟"

تب مجھے یہ خصوصی احتیاط یاد آئی کہ جب راڈ لگا ہو تو پانی میں ہاتھ نہیں گھسانا چاہیے۔ بچوں کو بھی مَیں نے آئندہ کے لئے اِس احتیاط کو پیشِ نظر رکھنے کا کہا۔

وقت گزرتا گیا، بُلبلے بن بن کر غائب ہوتے گئے اور ایک بار پھر میری اُمیدوں کے بُلبلے بھی پھوٹنے لگے۔ مَیں بڑی بے بسی کے ساتھ اپنی اُمیدوں پر پانی پھرتا دیکھ رہا تھا، پانی کو گرم ہونا تھا اور نہ وہ ہوا۔ ہاں البتہ چائنہ کی اِس ایجاد سے جس کو دُکان دار نے الیکٹرک راڈ کہہ کر میرے ہاتھوں چار سو روپے کا فروخت کیا تھا اور مجھے ایک بار نہیں بلکہ دو بار "ماموں" بنا ڈالا تھا، اُس ایجاد میں سے اَب بُلبلوں کے علاوہ سیاہ رنگ کے ذرات بھی برآمد ہونا شروع

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com


ہو گئے تھے جو رفتہ رفتہ پانی میں گھلتے جا رہے تھے۔ مَیں یہی سمجھا کہ ہمیں چار سو میں ایک ایسا چائنیز ڈیوائس مل گیا ہے جو بغیر پتی کے پانی کو چائے کا رنگ دے سکتا ہے،

یونہی معلوم ہو رہا تھا کہ گویا تیز پتی پانی میں گھلتی چلی جا رہی ہے۔ اِس سے پہلے کہ کوئی دھماکہ ہوتا یا کسی اور قسم کے نقصان کا سامنا کرنا پڑتا، احتیاط کے پیشِ نظر مَیں نے بچوں کو بالٹی سے دُور کر دیا۔ بیگم نے پوچھا، ''یہ کیا بلا لے آئے ہیں آپ؟''

مَیں نے جواب دیا ''شاید راڈ بالکل نیا ہونے کی وجہ سے یہ کالے ذرات برآمد ہو رہے ہیں۔ بعد میں ٹھیک ہو جائے گا۔''

مگر بیگم نے ایسے کیمیائی عمل میں سے گزرے ہوئے پانی کو اپنے اور بچوں کے لئے نقصان دہ اور زہریلا قرار دیتے ہوئے یکسر رد کر دیا۔ مَیں نے سوئچ آف کر کے پانی کا درجہ حرارت چیک کیا۔ افسوس کہ اُس میں رتی برابر بھی فرق نہ پڑا تھا۔ مَیں نے راڈ نکالا اور اُسے لپیٹ کر سٹور میں اُس شیلف پر رکھ دیا جہاں اِس نوعیت کی متعدد چائنیز اشیاء میرا منہ چڑاتی ہیں جنہیں مَیں نے نئے تجربے کے طور پر خریدا تھا مگر افسوس کہ ایسے تجربے اکثر ناکام ہی ثابت ہوئے۔

آخر کار ہمارے شب و روز پھر اُن ہی سلنڈروں کے گرد گھومنے لگے جن کی خبریں آئے دن

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com


سُنتے ہیں کہ سلنڈر پھٹنے سے ایک ہی خاندان کے چار افراد جاں بحق ہو گئے وغیرہ وغیرہ۔ کئی افراد تو اِس خوف کے باعث سلنڈر استعمال ہی نہیں کرتے اور کئی ہم جیسے یہ کہہ کر دِل کو بہلا لیتے ہیں کہ نہیں وہ سلنڈر پرانے اور سستے والے ہوتے ہیں، اِس لئے پھٹ جاتے ہیں، ہمارے والے کی گیج خاصی موٹی ہے اور احتیاط کے طور پر ہم سلنڈر کی فُل گنجائش سے ایک دو کلو گیس کم رکھواتے ہیں۔

اَب انسان کرے تو کیا کرے؟ مکانوں کی طرز کچھ یوں ہے کہ کمروں میں لکڑی یا کوئلہ وغیرہ بھی جلایا نہیں جاتا۔

یوں تو کہا جاتا ہے کہ پاکستان ایک ایسا خوش نصیب مُلک ہے جس میں ایک نہیں چار چار موسم پائے جاتے ہیں۔ ہاں اگر یہ موسم شدت اختیار نہ کریں تو پھر خیر ہے۔ مگر یہاں مسئلہ یہ ہے کہ سردی ہوتی ہے تو شدید اور گرمی بھی پڑتی ہے تو اِس زور کی کہ جان ہی نکال لیتی ہے۔ سردی گزرنے کے بعد چند مہینے تو مظلوم و مسکین عوام موسمِ بہار سے لطف اندوز ہوتے ہیں مگر پھر زوروں کی گرمی اپنا غضب ڈھانے لگتی ہے اور عوام اُس کا مقابلہ کرنے میں مصروفِ عمل ہو جاتے ہیں۔ اگر موسم بھی شدید ہو تو انسان سامنا کر لیتا ہے مگر یہاں مسئلہ یہ ہے کہ شدید

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com


سردی میں گیس ناپید ہو جاتی ہے اور شدید گرمی میں بجلی غائب ہو جاتی ہے۔

یہ اِن ہی سردیوں کی بات ہے مَیں اسلام آباد کسی کام سے روانہ ہوا۔ مگر ائیر پورٹ سے چند کلومیٹر پہلے کچہری کے قریب شدید ٹریفک کا سامنا کرنا پڑا۔ ہمارا مُلک ایسا شدت پسند ہو چکا ہے کہ یہاں ہر شے شدید ہوتی ہے۔ مہنگائی کی بات کریں تو وہ بھی شدید، کرپشن اور ناانصافی کو لے لیجیے، وہ بھی شدید۔ . . آبادی میں اضافہ کا رجحان بھی شدید، موسم شدید اور شدید حالات کے باعث اَب لوگوں کے مزاج بھی قدرے شدید معلوم ہوتے ہیں۔

مَیں بھی "شدید" ٹریفک جام کے باعث "شدید" کھچاؤ کا شکار تھا کیونکہ جس دفتر مجھے پہنچنا تھا ویسے تو اُس کا وقت صبح نو سے چار تک ہے مگر فون کرنے پر پتہ چلا کہ پبلک ڈیلنگ (Public Dealing) گیارہ بجے شروع ہوتی ہے۔ یہ سُن کر تسلی ہوئی کہ چلو چار بجے تک وافر وقت ہے مگر جب وہیں ٹریفک میں بارہ ساڑھے بارہ بج گئے تو مَیں نے متعلقہ شخص کو ایک بار پھر فون کیا اور صورتحال سے آگاہ کیا مگر اُن کی بات سُن کر میرے چہرے پر بھی بارہ بج گئے۔ اُنہوں نے اطلاع دی کہ پبلک ڈیلنگ گیارہ بجے شروع ہوتی ہے اور ایک بجے بند ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اب آنے کا فائدہ نہیں۔ فون بند کیا تو مَیں حیرانی سے

itsurdu.blogspot.com
tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com



سوچنے لگا کہ یہ دفتر والے باقی وقت کیسے گزارتے ہیں اور کیا کرتے ہیں؟ بعد ازاں جب اُس سرکاری دفتر جانے کا موقع ملا تو تمام سٹاف انتہائی خندہ پیشانی سے پیش آئے۔ اُن کی رُوداد سُنی کہ دس سے گیارہ تک بجلی چلی جاتی ہے چنانچہ کوئی کام نہیں ہوسکتا۔ ایک سے دو بجے تک کھانے کا وقفہ ہوتا ہے چنانچہ کوئی کام نہیں ہوسکتا اور پھر تین سے چار بجے تک لوڈ شیڈنگ ہوتی ہے چنانچہ کوئی کام نہیں ہوسکتا۔

خیر اُسی شدید ٹریفک جام میں واپس آتے ہیں۔ اُس روز مَیں نے اسلام آباد جانے کا ارادہ ترک کردیا۔ موقع ملنے پر بائیں ہاتھ جانے والی ایک سڑک کی جانب گاڑی موڑ دی۔ حالات سے واقفیت حاصل کرنا چاہی تو پتہ چلا کے آگے چوک میں عوام نے گیس کی قلت کے باعث احتجاجی دھرنا دے رکھا ہے۔

ویسے بھی بیچارے عوام بجلی، گیس کی عدم دستیابی کے باعث اکثر ہاتھ پر ہاتھ دھرے ہی بیٹھے رہتے ہیں۔ تو اَب عمران خان صاحب نے اچھا حل بتایا ہے کہ بیٹھنا ہی ہے تو کیوں نہ دھرنا دے کر بیٹھا جائے، کم از کم مطالبات تو پورے کروائے جاسکتے ہیں اور مسائل کا حل بھی نکل آتا ہے۔ وہ الگ بات ہے کہ دھرنا دینے والوں کا چاہے دم نکل جائے مگر مسائل کا حل نہیں نکلتا۔

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com


یہاں بھی عوام احتجاجی دھرنا دیئے بیٹھے تھے اور اِس کا براہ راست نتیجہ کس کو بھگتنا پڑ رہا تھا؟..... پھر بیچارے عوام کو جو نہ جانے کن کن مسائل سے دو چار ٹریفک بلاک میں پھنسے ہوئے تھے، ایمبولنس کا بھی سائرن سُنائی دیتا تھا مگر وہ بھی بے بسی کے عالم میں صورتحال کے ہاتھوں مجبور ہوئے بیٹھے تھے۔

عوام احتجاجی دھرنوں کے ذریعے جن حکمرانوں تک اپنے مطالبات پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں وہ تو اِس ٹریفک میں پھنسے نہیں ہوتے۔ بلکہ جب وہ سڑکوں سے گزرتے ہیں تو تب بھی بیچارے عوام کو ہی "کھڈے لین" لگا دیا جاتا ہے۔ سڑکیں سکیورٹی کے پیشِ نظر خالی کر دی جاتی ہیں اور پھر عوام کو ہی شدید ٹریفک بلاک کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جہاں ہم عوام اپنے حکمرانوں کا ٹیلی ویژن کی سکرینوں پر دیدار حاصل کرتے ہیں، وہاں ہمارے حکمرانوں کو بھی عوام کے دیدار کا اعزاز ٹیلی ویژن کے ذریعے ہی نصیب ہوتا ہے۔ لہٰذا ایسے دھرنے یا مظاہرے اُس وقت تک جاری رہتے ہیں جب تک متعلقہ اہل کاروں یا افسران کے علاوہ میڈیا والے بھی پہنچ نہ جائیں۔ پھر ٹی وی پر خبر چلتی ہے اور آخر کار حکمران بھی عوام کے مسائل کے متعلق سُن لیتے ہیں اور پھر کچھ لمحوں کے بعد نجی چینلز پر یہ بریکنگ نیوز آتی ہے کہ

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com


وزیر اعظم، وزیر اعلیٰ یا چیف جسٹس صاحب نے اِس مسئلہ کا از خود نوٹس لے لیا۔ شکر ہے کہ کچھ نہ کچھ مسائل حل بھی ہو جاتے ہیں اور یقیناً جو مثبت باتیں ہیں اُن کے لئے بھی حکمرانوں یا اپنے مُلک کی تعریف کرنا چاہئے۔

اَب نئے سال کا بڑا تحفہ کہ پیٹرول سستا ہو گیا۔ اِس بات کے لئے بھی ہمیں شکر گزار ہونا چاہیئے۔ کہاں -/110 اور کہاں -/76 روپے! اتنا بڑا فرق. . . اتنی کمی۔ مگر افسوس کہ جب پیٹرول 2 روپے لیٹر مہنگا ہوتا تھا تو ٹرانسپورٹر حضرات 2 روپے فی سواری کرایہ بڑھا دیتے ہیں اور اَب جب پیٹرول تیس پینتس روپے سستا ہوا تو ٹرانسپورٹرز نے یہ کہہ کر کرائے کم کرنے سے انکار کر دیا کہ اَب ہر شے پیٹرول سے تو چلتی نہیں اور زندگی کے تمام لوازمات اور اشیائے خوردنی کی قیمتیں جُوں کی تُوں ہیں تو کرائے کیسے کم کئے جائیں۔ خیر حکومت کے دباؤ اور از خود نوٹس لینے کی وجہ سے کرائے قدرے کم ہو گئے۔ یہ ایک دلچسپ امر ہے کہ پیٹرول جب بھی مہنگا ہوا ہر دُکان دار، ٹرانسپورٹر یا کاروباری شخص نے ہر چیز مہنگی کر دی مگر جب پیٹرول سستا ہوا تو کسی نے چیزوں کی قیمتوں میں کمی نہ کی اور بڑی تسلی سے یہی کہا کہ "ابھی تک قیمتیں کم کرنے کے حوالے سے کوئی نوٹس حکومت کی طرف سے ہم تک نہیں پہنچا،

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com


جونہی پہنچے گا تو ہم کم کریں گے۔"

گزرے دنوں مجھے بذریعہ موٹروے لاہور جانے کا اتفاق ہوا۔ جاتے ہوئے چائے کا کپ تیس، دو روز بعد واپسی ہوئی تو دُکان دار نے پینتیس روپے لئے۔ مَیں نے پوچھا پیٹرول تو سستا ہو گیا۔ چائے کیوں مہنگی کر دی؟ بڑی ناگواری کے ساتھ بولا، "چائے میں پیٹرول تو نہیں ڈلتا ناں۔"

مَیں نے بھی بات کو منطقی تصور کرتے ہوئے اُس کی بات مان لی۔ بعد ازاں پتہ چلا کہ وہ موصوف مجھے "ماموں" بنا گئے تھے۔

سردیوں کے روز و شب تو بتا دیئے اَب کچھ گرمیوں کا حال بھی سُن لیجیے۔ گرمی کی شدت نے گزشتہ سال بُرا حال کر رکھا تھا۔ بیگم نے کہا، "بچوں کے لئے تو اے سی ہے، اپنے کمرے کے لئے بھی لینا ضروری ہے کیونکہ گرمی ناقابلِ برداشت ہے اور ایک ٹن کے اے سی سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔"

دراصل اوپر والے پورشن میں ہونے کی وجہ سے گرمی کچھ زیادہ ہی محسوس ہوتی ہے۔ مَیں نے "اچھا جی" کہہ کر وہ لمحہ تو گزار دیا مگر اگلے روز بھی اِس قدر گرم تھے کہ وہ گزارنے مشکل ہو گئے اور بیگم کا یہ ارادہ بھی ٹل نہ سکا۔ چار و ناچار ہم اے سی والی دُکان پر پہنچ ہی گئے۔ دُکان

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com


دار پہلے سے ہی واقف تھا۔ اُس نے علاقے میں لوڈ کی مناسبت سے کہا، ''جناب اُدھر چکری روڈ پر تو پورا وولٹیج نہیں آتا اِس لئے آپ ایک ٹن والا ہی خریدیئے۔''

ہم نے اُس کا مشورہ حسبِ سابق مان لیا اور آخر کار بمعہ اہل و عیال خوشی خوشی سپلٹ یونٹ لئے گھر پہنچے۔ اب اِس کی فٹنگ کا مرحلہ تھا، شدید گرمی کی وجہ سے قیمتیں بھی آسمان سے باتیں کر رہی تھیں اور اِس کے علاوہ کوئی فِٹ کرنے والا بھی فارغ نہیں مِل رہا تھا۔ آخر چند روز صبر کے بعد یہ مرحلہ بھی طے ہوا۔ اُس کی مزدوری اور فٹنگ کے لئے درکار ساز و سامان پر بھی کافی لاگت آئی۔ تقریباً اِس پراجیکٹ پر اَب تک مبلغ پچاس ہزار جس کے نصف پچیس ہزار ہوتے ہیں خرچ ہو چکے تھے۔ پہلی رات تو سکون کا سانس لیا۔ دونوں اے سی متواتر چلتے رہے مگر پرانے والے کی کولنگ زیادہ تھی اور نئے والے کی کم۔ رفتہ رفتہ گرمی کا احساس پھر اُسی طرح ستانے لگا اور نیا اے سی تو بس سادہ ہوا ہی دیتا رہتا تھا۔ آخر کار پھر فٹنگ والے کو بُلایا، صورتحال کا جائزہ لے کر کہنے لگا، ''جناب آپ کے تقریباً پچیس ہزار خرچ ہوں گے۔ آپ کو سٹیبلائزر کی ضرورت ہے کیونکہ وولٹیج بہت کم ہے۔''

مَیں ایک بار پھر سر پکڑ کر اور دِل تھام کر بیٹھ گیا۔ اَب مزید خرچہ کرنے کی سکت نہ تھی، چنانچہ

tsurdu.blogspot.com

tsurdu.blogspot.com


کبھی پرانا اے سی چلا لیتے اور کبھی نیا والا۔ ۔ ۔ گرمی کے ہاتھوں ایک بار پھر بُرا حال تھا کہ برسات کی پہلی بارش ہوئی اور موسم نے کروٹ لی۔ قدرتی اے سی نے ماحول کو خوشگوار بنا ڈالا۔ شکر ہے کہ جُوں تُوں کر کے گرمیوں کا وہ موسم بھی گزر گیا۔ اُس کے بعد سے دونوں اے سی اخبار چڑھا کر اگلی گرمیوں تک کے لئے محفوظ کر لئے۔ اَب پھر دِل تیز تیز دھڑکتا ہے کہ اگلی گرمیاں آنے والی ہیں اور یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ اِس سال پہلے سے بھی زیادہ لوڈ شیڈنگ متوقع ہے۔ چنانچہ کوئی تو جنریٹر کا مشورہ دیتا ہے، کوئی سولر پینل کا اور کوئی مُلک تبدیل کر لینے کا۔ ۔ ۔ بس ہمارے شب و روز یونہی گزرتے رہتے ہیں۔ ۔ ۔ جہاں سردیاں گزر گئی ہیں وہاں اَب اگلی گرمیاں بھی گزر جائیں گی۔ ہم بہار اور خزاں کے موسموں سے لطف اندوز ہو لیتے ہیں۔

موسم گزرتے جاتے ہیں اور اِن ہی سردیوں، گرمیوں، بہاروں اور خزاؤں میں زندگی بھی گزرتی جاتی ہے اور آخر کار جہاں اتنی گزری ہے وہاں باقی بھی گزر ہی جائے گی۔

☆☆☆☆☆

tsurdu.blogspot.com